

ستارا رپت پر

(غزلیں اور نظمیں)

سیدہ عطیہ

نام لکھا جب لب ساحل تمہارا ریت پر
چاند نے موجود کو شدت سے پکارا ریت پر

دیکھتی ہوں اپنے دل میں وہ سمندر موجز ن
جس کی موجود سے الجھتا ہے کنارا ریت پر

گل کھلے صحرائیں کیسے؟ کوئی پوچھے تو سب
خیمہ کش تھا کون؟ جس نے غم اُتارا ریت پر

تشنہ کا می بڑھ گئی ہر اک مسافر کی یہاں
تم نے نقشِ عالم ہستی اُتارا ریت پر

پھر اسے مہرو مہدا نجم سے نسبت ہی نہیں
آگرہ اوجِ فلک سے جب ستارا ریت پر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

ستاراريٽ پر

ستارا ریت پر

(غزلیں اور نظمیں)

سیدہ عطیہ

جملہ حقوقِ نجی مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب: ستار اریت پر

مصنف: سیدہ عطیہ

اشاعت اول: جولائی ۲۰۱۲ء

تعداد: ۵۰۰

قیمت: ۲۰۰ روپے

مطبع: بی پی ایچ پرنٹرز، لاہور

انتساب

اپنے آتو اور امی جی کے نام
میری ہر کامیابی جن کی دعاوں کا ثمر ہے

ترتیب

| | | |
|----|--|----|
| ۱ | کلاسیکی طرز کی جدت پسند شاعری (ایم۔ خالد فیاض) | ۱۱ |
| 2 | جلتی بجھتی دھوپ چھاؤں (سیدہ عطیہ) | ۱۷ |
| 3 | اعترافات (سیدہ عطیہ) | ۲۰ |
| 4 | مرادل سرائے حسرت | ۲۳ |
| 5 | اے محیط بے کراں | ۲۵ |
| 6 | سلام لکھتے ہیں | ۲۶ |
| 7 | مری دعا ہے | ۲۸ |
| 8 | شعر | ۳۰ |
| 9 | اک نئی صورت حالات نہیں چاہتے اب | ۳۱ |
| 10 | میں بے یقینی، عبد وفا میں زندہ ہوں | ۳۳ |
| 11 | کوئی امید کار و شن ستارا بھی نہیں تھا | ۳۵ |

| | | |
|----|---|----|
| ۳۷ | تلخ ہو سادہ ورنگیں ہو مگر بات تو ہو | 12 |
| ۳۹ | یوں ملاقات ہو رہی ہے ابھی | 13 |
| ۴۱ | کسی سے طنہ ہوا مرحلہ محبت کا | 14 |
| ۴۳ | زندگی دشیت خواب کی مانند | 15 |
| ۴۵ | حرف نااعتبار جیسی تھی | 16 |
| ۴۷ | سانحہ یہ تو کئی بار بھی ہو سکتا ہے | 17 |
| ۴۹ | ضبط کمال (نظم) | 18 |
| ۵۰ | سر احساس تعزیر و فاکھی گئی تھی | 19 |
| ۵۲ | مہکار لے کے کنج قفس آگئی ہے زیست | 20 |
| ۵۳ | ہم سے گریزاں پھرتے ہو جاناں جو گو بے کو | 21 |
| ۵۶ | سرنگوں شہر کی گلیوں سے گزارا جاتا | 22 |
| ۵۸ | درد تکمیلِ محبت کی بنالگتا ہے | 23 |
| ۶۰ | اندازِ راہ و رسم کا کچھ ڈھنگ اور ہے | 24 |
| ۶۲ | اک نظر ہوتا (نظم) | 25 |
| ۶۴ | چراغ جلتا رہے گا سحر نہیں ہو گی | 26 |
| ۶۶ | دل حزیں کے یہاں آس پاس تم ہی تھے | 27 |
| ۶۸ | نام لکھا جب اپ ساحل تمہارا ریت پر | 28 |
| ۷۰ | بہت دن بعد دشیت خواب میں دیکھا تھا اُس کو | 29 |
| ۷۲ | ہمی گرویدہ، رنگ بہار ان چمن ٹھہرے | 30 |
| ۷۴ | بات کے الجھاؤ میں ہر لفظ سادہ ہو گیا | 31 |
| ۷۶ | اک شام (نظم) | 32 |

| | | |
|-----|--|----|
| ۷۷ | سوچے جس پتو آنکھوں میں لہو آتا ہے | 33 |
| ۷۹ | سنا ہے شوخ بہت ہے ترے لباس کارنگ | 34 |
| ۸۱ | بے یقین لجے پر اعتبار کیا کرنا | 35 |
| ۸۳ | سورج بھی جذبِ شوق کا اظہار کر سکے | 36 |
| ۸۵ | ہے منقش تیری یادوں سے تو دیوارِ دل | 37 |
| ۸۷ | شکستہ پر تھے تو اونچی اُڑان کیا کرتے | 38 |
| ۸۹ | میرا دشمن مرا قاتل (نظم) | 39 |
| ۹۱ | آؤ ہم دونوں محبت کی کہانی لکھیں | 40 |
| ۹۳ | ضیائے صبح سے پہلے جو شام گزری ہے | 41 |
| ۹۵ | مسجدہ اُسے رواہی نہ تھا وہ خدا نہ تھا | 42 |
| ۹۷ | تمہاری جانب نگاہ کروں | 43 |
| ۹۹ | ہم آج پافگار کسی خارزار میں | 44 |
| ۱۰۱ | زوالِ صبح پشاں ملال کیا ہوگا | 45 |
| ۱۰۲ | بشن طرب (نظم) | 46 |
| ۱۰۳ | غمبار بے یقینی اسے نکانا چاہتا ہے دل | 47 |
| ۱۰۵ | شب کی آنکھوں سے تاحرد کیجئے | 48 |
| ۱۰۷ | منزل سے ناواقف رستے شب اور تنہا چاند | 49 |
| ۱۰۹ | ہوا بر فاب تھی، سردی کی شدت ہو گئی تھی | 50 |
| ۱۱۱ | ہم اہلِ دل ہیں سارے رکھ رکھا و جانتے ہیں | 51 |
| ۱۱۳ | حیات جلوہ، ہر جائی اور کچھ بھی نہیں | 52 |
| ۱۱۵ | ہر ایک حرفِ ملامت کا بار اٹھ سا گیا | 53 |

| | | |
|-----|---|----|
| ۱۱۷ | یاد رکھنا اُسے چاہوں، نہ بھلانا چاہوں | 54 |
| ۱۱۹ | گریہ سامان پس دیوار ترے شہر میں ہیں | 55 |
| ۱۲۱ | اُفتادگانِ خاک کے نام (نظم) | 56 |
| ۱۲۳ | سُحر دم آسمان پر جب ستارے ڈوب جاتے ہیں | 57 |
| ۱۲۵ | کون کہتا ہے چمن خار سے وابستہ ہے | 58 |
| ۱۲۷ | ز میں قدموں تلے تھی اور نسبت آسمان سے تھی | 59 |
| ۱۲۹ | معجزہ دستِ ہنر کار پہ لکھا ہوا ہے | 60 |
| ۱۳۱ | آئینے کے رو برو جب آئینہ رکھا گیا | 61 |

کلاسیکی طرز کی جدّت پسند شاعری

اعلیٰ فن کی ایک شرط یہ بتائی جاتی ہے کہ اس کے عناصرِ ترکیبی سے ضبطِ نفس کا تصور پیدا ہو۔ مثلاً ایک نقاد "Vernon Blake" نے اس بات کو اس انداز میں بیان کیا ہے:

"A delicate balance between freedom of emotions and controlling judgment is a quality of great art."

اچھافنکار یا شاعر جذبات اور شعور میں ہم آہنگی پیدا کر کے اعتدال و توازن کی فضاظا قائم کر دیتا ہے۔ اس طرح ادب "بے ادبی" کا مرتكب نہیں ہوتا۔ جبکہ "بے ادبی" کسی بھی پہلو سے بد نظمی اور بے اعتدالی سے پیدا ہوتی ہے۔ آج کی شاعری میں اس اعتدال و توازن کا فقدان اکثر و بیشتر نظر آتا ہے۔ مگر سیدہ عطیہ کی شاعری ربط و ضبط کی عمدہ مثال پیش کرتی ہے۔ ان کی غزل کو بلاشبہ آج کی غزل کہا جاسکتا ہے۔ ہاں، یہ آج کے فیشن کی غزل (جس میں لسانی توڑ پھوڑ اور طیش و تلخی کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ بلکہ کلاسیکی رچاؤ کی حامل جدید غزل ہے جس میں روایت کی پاسداری کے ساتھ ساتھ فکر و شعور کی نموداپنی تازہ کاری کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ عطیہ کی غزل میں روایت کا شعور گہرا اور بامعنی ہے۔ انہوں نے الفاظ اور تراکیب کا تخلیقی استعمال روایت

کے گھرے مطالعے سے سیکھا ہے۔ لیکن ان الفاظ و تراکیب سے عطیہ نے جدید حسیت کا خوبصورت اظہار کیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں ان کا شعری ٹرٹمنٹ روایت آموز مگر طرزِ احساس جدید حیات پر مبنی ہے۔ موضوعات میں اچھوتا پن ان کے تخلیل کی کارفرمائی کا نتیجہ ہے جس میں ان کے باریک بین مشاہدے کا کمال بھی شامل ہے۔ اس سے ان کی غزل میں ایک منفرد روایہ پیدا ہوا ہے۔ جوان کی شناخت اور انفرادیت کا اعتبار قائم کرتا ہے۔

چند اشعار سنئے:

۔ ثباتِ غم کی یہ صورت یقیناً موت جیسی ہے
نہ ہنسنا چاہتا ہے دل نہ رونا چاہتا ہے دل

۔ یہ رنگِ آبلہ پائی گواہی دیتا ہے
عذاب ہوگی مسافت سفر نہیں ہوگی

۔ در بند تھا اگر چہ پہ ایسا نہیں کہ اب
دستک کے ساتھ دل کا کوئی رابطہ نہ تھا

۔ اجنبی ہے تری کم فہم سماعت کے لیے
جو صداقت مری گفتار سے وابستہ ہے

صحرا کی پیاس بھی تھی مسافت میں ہم رکاب
میں دشتِ آرزو میں بھی تنہا ذرا نہ تھا

مقامِ شوق ایسے بھی تو شہرِ یار میں آئے
جہاں شوقِ نظر بھٹکے جہاں تابِ سخنِ شہرے

کچھ توستمِ ظریفی، حالاتِ تھی عجیب
کچھ دل بھی لگ گیا تھا غمِ روزگار میں

تمہارے لطف کا یہ مجرزہ ہی کیا کم ہے
رہانہ یاں کی مالا میں کوئی آس کارنگ

شاعری میں فکر کے حوالے سے مشہور فرانسیسی شاعر paul valery نے ایک جگہ کہا تھا کہ ”فکر کے بغیر شاعری ایسی غذا ہوتی ہے جس میں کوئی غذائیت نہیں۔ لیکن اُسے شاعری میں اس طرح پوشیدہ ہونا چاہیے جیسے پھل میں اس کا غذائی جوہر“۔ ہمارے ہاں فکری شاعری تو بہت شوق سے کی جاتی ہے مگر فکر کو شعر میں آمیز کرنے کا ہنر بہت کم سیکھا جاتا ہے۔ جس سے شعر فلسفیانہ اور مجرد فکر سے بوجھل ہو کر شاعر انہ فکر کے مرتبے سے گر جاتا ہے۔

دراصل فکر انگلیزی دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک عقلی فکر انگلیزی اور دوسرا شعری فکر انگلیزی۔ عقلی فکر انگلیزی، فلسفہ تو بیان کر سکتی ہے، شاعری تخلیق نہیں کر سکتی۔ شعر، شعری فکر انگلیزی سے ہی تخلیق ہوتا ہے۔ عطیہ کے اشعار کی فکر انگلیزی کا انحصار صرف ومحض عقلی سرگرمی پر نہیں، یہ فکر انگلیزی شعری اور تخلیقی ہے۔ جو شدید احساس اور گہرے جذبے سے آمیز ہو کر جلوہ گر ہوتی

ہے۔ تخلیل کی چاشنی ان کے اشعار کے اثر کو دو چند کر دیتی ہے۔

مشلاً دیکھئے:

ممحے تو آپ سے سارا گلہ ہے اور کیوں نہ ہو
وہ کوئی اور تھے جن کوشکایت آسمان سے تھی

اس کا اندازہ ممحے بھر کی تلخی سے ہوا
تشنگی اونچ پر آجائے تو کیا لگتا ہے؟

سورج کی آنکھوں سے لے کر روشنیوں کے خواب
شب کی اندھی وادی میں تھا ہستا بتا چاند

تمام عمر ترے کو چہء جفا میں وفا
تھی تشنہ کام مگر خوش خرام گزری ہے

محبت ہی دلوں کے درمیاں زندہ حقیقت ہے
منظاہر عالم ہستی کے سارے ڈوب جاتے ہیں

میری آنکھوں میں مراعکس بھی دھندا لاتا ہے
اتنا نزدیک مرے آئینہ رو آتا ہے

نوآموز شاعرات کی ایک خامی اکثر و بیشتر کھلکھلتی ہے کہ ان کے اشعار میں مردانہ لب و لہجہ over lap کر جاتا ہے جس کی وجہ سے نسائیت کا احساس دب جاتا ہے۔ جب کہ شاعرات کی شاعری اگر نسائی جذبات کا اظہار یہ نہ بن سکے تو اُسے ادھوری شاعری کہا جائے گا اور نسائی جذبات کا اظہار نسائی لب و لہجہ سے ہی کیا جاسکتا ہے۔ مردانہ لب و لہجہ نا صرف یہ کہ ان جذبات و احساسات کو منسخ کر دیتا ہے بلکہ اشعار میں ایک مصنوعی پن بھی پیدا کر دیتا ہے۔ ”ستارہ ریت پر“ میں یہ بات تسلیمان کا باعث ہے کہ عطیہ کی غزل میں نسائی لب و لہجہ، نسائی جذبات کے اظہار کا موثر دلیلہ بناء ہے جو غزل کی گملتا کا احساس بڑھاتا ہے۔

ترے سبب سے سر رشت وفا کی منکر ہوں
جو جل بھی تھی مرے دل میں آس تم ہی تھے

بدلا کہاں ہے اب بھی وفا کا نصاب دوست
کچھ وہ بھی حیلہ جو ہے تو کچھ ہم بھی زرمُ خو

وہ جب رفیق سفر ہے میرا
میں کیوں نہ اُس سے نباہ کرلوں

دیکھتی ہوں اپنے دل میں وہ سمندر موجز ن
جس کی موجودوں سے الجھتا ہے کنارہ ریت پر

”ستارہ ریت پر“ کی شاعری پڑھتے ہوئے اس بات کا احساس ہمیں شدت سے ہوتا ہے کہ ہمارا مکالمہ ایک تہذیب یافتہ شاعرہ سے ہو رہا ہے۔ عطیہ کے ہاں فکر کی تہذیب ہے، جذبات کی تہذیب ہے، لب و لہجہ کی تہذیب ہے، الفاظ کے چنان اور ان کے سجاوے کی تہذیب ہے اور اُسی تہذیب نے ”ستارہ ریت پر“ میں دکھ (pathos) کی کیفیت کو بہت گہرا اور پُرا ثریبنا دیا ہے۔ یہی تہذیب عطیہ کی غزل کی شناخت ہے۔

ایم۔ خالد فیاض

لیکچر ار شعبہ، اردو، یونیورسٹی

آف گجرات

جلتی بجھتی دھوپ چھاؤں

میں وثوق سے یہ نہیں کہہ سکتی کہ میرے اندر بے آواز خیال کب الفاظ کے پیرا، ہن میں ڈھلنے لگے۔ کب نیلگوں آسمان کی وسعتوں میں پرواز کرتے پنجھی، شام کے ڈھلتے سائے اور شفاف پانیوں کے آئینے مجھے اپنی طرف بلانے لگے اور کب صحراء میں ریت پر نقوش پاشبت کرنے کا شوق پروان چڑھا؟ جب میں نے ہوش سنجا لاتو غیر محسوس طور پر اپنے لاششور میں جنم لیتی آزادی کی ازلی آرزو کو شدت سے محسوس کیا۔ طبعی طور پر انسان جوان پنے چارسوں سے باہر نہیں نکل سکتا۔ اس کی نگاہ بھی حدِ نظر تک ہے۔ لیکن ایک مقامِ شوق ایسا بھی ہے جہاں زماں و مکاں کی سرحدیں بہت پیچھے رہ جاتی ہیں۔ یہی مقامِ شوق دل میں چراغ روشن کر دے تو امید سے یقین کی منزل کی طرف سفر آسان ہو جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ میں نے بھی بے کراں و سعتوں اور بے پایاں بھیدوں سے بھری کائنات میں ماورائے نگاہ سفر کرنا شروع کر دیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ آگاہی کا سفر کب شروع ہوا؟ لیکن اب حلقة در حلقة میں روشنی کے ایک دائرے میں سفر کرنے لگی۔ اسی طرزِ احساس نے میرے تخلیقی اظہار کو ایک خاص معنویت عطا کی۔ اگرچہ ہر تخلیق کا رکا اپنا ایک انفرادی اسلوب بھی ہوتا ہے جو اس کی انفرادیت کو پہچان بخشتا ہے اور اگر میرے تخلیقی اظہار میں کوئی انفرادیت کا پہلو ہے تو وہ میرے اسی خاص طرزِ احساس کی عطا ہے۔ ہر تخلیق کا رکا اپنے احساس کی جلتی بجھتی دھوپ

چھاؤں ہی مقدر کی گئی ہے، ایک مصور کے جذبِ تخلیق کی طرح ہے جو وجہِ راحت بھی ہے اور عذابِ جاں بھی۔

ہر سچے تخلیق کا رکی طرح میں بھی حساس ہوں۔ میری آنکھیں بھی محض اپنی ذات کے حصار میں مقید نہیں رہ سکتیں۔ نہ ہی محض دل میں طموع ہوتے مہتابِ محبت کے حسن و جمال کے قصے رقم کر سکتی ہیں۔ کیونکہ اپنی ذات کے حصار میں قید رہنا اور آئینہ دل میں اُبھرتے نقش کے خدوخال، ہی ثابت کرتے رہنا، سچے تخلیق کا رکا منصب نہیں۔ بلکہ ایک حساس مصور تخلیقی سطح پر اپنے ارد گرد پھیلی وسیع و عریض کائنات کے تمام مظاہر کو تصور کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اُس کے دل کی وسعتیں کائنات کے پھیلاوہ کو با معنی بنادیتی ہیں۔ میں بھی روشن فلک پر چمکتے دلکھتے تاروں کی طرف دیکھتی ہوں تو ان دیکھی دنیاؤں کا سفر کرنے لگتی ہوں۔ دراصل فطرت مجھ پر آگاہی کا دروازہ کرتی ہے۔ میں جتنا اس کے قریب ہوتی ہوں اپنی ذات مجھ پر منکشف ہوتی جاتی ہے۔

اگر میرا ناقد یہ کہے کہ میں ماضی میں جیتی ہوں، تو یہ بھی غلط نہ ہو گا۔ لمحہ موجود کی صلیبوں پر سانس لیتا انسان ماضی سے ہم رشتہ ضرور ہوتا ہے۔ میرے لیے بھی تخلیقی سطح پر ماضی بارے امانت ہے جو زمانہ، حال میں میرے شعور کی سمت نمائی کرتا ہے۔ یہی شعور میرے لیے مستقبل کے روشن راستے متعین کرتا ہے۔ ایک خوش آئند خواب کا خیر مقدم کرتا ہے اور امید کی روشنی سے دل کی کائنات کو منور رکھتا ہے۔ میرے لیے ماضی سے حال اور حال سے مستقبل کا سفر محبت اور امید کا سفر ہے۔ میری تخلیقات کا ہنر بھی ماضی سے وابستگی میں فخر سے عبارت ہے۔ یقیناً میرے ہونے کا جواز بھی اسی سے ہے۔

جہاں تک فنی و فکری ارتقاء کا تعلق ہے۔ ہر تخلیق کا رکے ہاں تخلیقی اضطراب کے سب فکری ارتقاء کا سلسلہ بھی چلتا رہتا ہے۔ تجربات و مشاہدات کی دنیا وسیع تر ہوتی رہتی ہے۔ نقد و نظر کا معیار بدلتا رہتا ہے اور داخلی اور خارجی دونوں سطحوں پر زندگی کے تجربات اسے متاثر کرتے ہیں۔ میرے پہلے مجموعہ، کلام "ستار اریت پر" میں بھی فکری و فنی سطح پر یہ ارتقائی عمل با آسانی دیکھا

جا سکتا ہے۔ ابھی کچھ دیر قبل میں نے کہا تھا کہ میں ریت پر نقوش پاشبت کرنا چاہتی ہوں، میرا اولین مجموعہ کلام ”ستاراریت پر“ آپ کے ہاتھوں میں ہے، اب اس کا فیصلہ ہوا ہے وقت کے سپرد ہے کہ میں ریت پر نقوش پاشبت کرنے کی صلاحیت رکھتی ہوں یا نہیں؟

سیدہ عطیہ

۱۵ جولائی ۲۰۱۲ء

2012-7-15

اعترافات

موسمِ بہار کی خوبصورت شام تھی جب میں اپنی بیاض لیے محترمِ استاد ڈاکٹر روف امیر (مرحوم) کے گھر گئی۔ صدر دروازے سے قریب پھول سا کھلا خوبی کا پیڑ استقبالیہ دیتا نظر آیا۔ اگرچہ میں مقررہ وقت سے قبل پہنچ گئی تھی لیکن خندہ پیشانی سے ”سر“ نے مجھے خوش آمدید کہا۔ ہزار مصروفیات سے وقت نکال کروہ میرے ہی منتظر تھے۔ انجامی خوشی کے احساس نے مجھے محور کر دیا۔ رسمی گفتگو اور تعارف کے مراحل طے ہوتے ہی میں نے اپنی بیاض سے چند غزلیں سنائیں۔ ان کے چہرے پر شگفتہ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس سے پہلے ایک اچھے شاعر و نقاد کے سامنے اپنی شعری تخلیقات پیش کرنے کا اتفاق ہرگز نہیں ہوا تھا۔ ان کے اس خوشنگوارہ عمل نے میرا حوصلہ بلند کر دیا۔ اسی اثناء میں ان کے عزیز دوست سلمان باسط اور عثمان خاور بھی تشریف لے آئے۔ ادبی گفتگو کا سلسلہ طویل سے طویل تر ہو گیا۔ سورج ڈھلنے کے سامنے بڑھنے لگے۔ لیکن اُس شام کے بعد اپنے محترمِ استاد کی معیت میں میرے شعری ذوق کی تربیت کا سلسلہ کئی سالوں اور کئی شاموں سے سورج ڈھلنے تک محبط ہوتا گیا۔ میں اعتراف کرتی ہوں کہ ان کی زندگی میں مجھے کبھی کسی دوسرے سے ادبی مشوہر کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ آج جب میں اپنا پہلا شعری مجموعہ ترتیب دے رہی ہوں تو ایک انجانے ڈکھ میں ڈھلتی خوبصورت شام کی یادیں

افرگی کی ردا اڑھے میرے اطراف پھیل گئی ہیں۔ میرا اولین اظہارِ ممنونیت اپنے محترم اُستاد کے نام ہے۔ اگرچہ وہ آج ہم میں نہیں ہیں لیکن ان کا محبوب شہر ”واہ“، آج بھی ان کی یادوں کی خوبیوں میں باہوا ہے۔ آج بھی ان کے شاگردان کی پرشکوہ آواز کی کھنک اپنی سماعتوں میں محسوس کرتے ہیں اور آج بھی وہ چراغِ علم اپنے محبوب شہر کی پہچان ہے۔ (اللہ عز و جل ان کے درجات بلند فرمائے اور میرے اظہارِ عقیدت کو ان کے حق میں قبول فرمائے۔ آمين)

محبت ہی دلوں کے درمیاں زندہ حقیقت ہے
منظہر عالمِ ہستی کے سارے ڈوب جاتے ہیں

بکثیریتِ خاتون میرا ادبی حلقہ، احباب و سیع نہیں رہا۔ لیکن چندایے پر خلوص احباب کا ذکر ضرور کرنا چاہوں گی جن کے تعاون کے بغیر اس مجموعہ کلام کو عمدہ صورت میں پیش کرنا شاید میرے لیے ممکن نہ ہوتا۔ میرے اساتذہ میں ڈاکٹر عبدالسیال اور ڈاکٹر گوہر نوشانہ، ہی صاحب کی ناقدانہ بصیرت نے میرے کلام کو باذوق قاری کے لیے گوارا بنایا، میں ان کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے۔ متین اور خاموش طبع اختر رضا سلیمانی صاحب نے میرے کلام پر اپنی سنجیدہ تنقیدی رائے دی میں ان کی رائے کا احترام کرتی ہوں اور تھہ دل سے منون ہوں کہ مختصر ملاقاتات میں انہوں نے مجھے بہترین ادبی مشورے دیئے۔ ان کا خلوص میری یادوں کے خزانے میں قائمی اثاثہ ہے۔ ”محمل“، اور ”برف میں اترتی رات“، جیسے خوبصورت شعری مجموعوں کے خالق اور دلاؤیز شخصیت کے مالک جناب تبسم ریحان کی معاونت مجھے ہمیشہ حاصل رہی۔ میں تھہ دل سے ان کے پر خلوص تعاون اور سودمند ادبی مشورے کے لیے ہمیشہ شکرگزار رہوں گی۔ ناموں کی اس کہکشاں میں میں جناب شمشیر حیدر کا شکریہ ادا کرنا کس طرح بھول سکتی ہوں کہ انہیں کی تحریک پر میں نے اپنا کلام لے کیا اور اسے کتابی صورت میں شائع کرنے کا ارادہ کیا۔ جناب طالب انصاری کی تخلیقی

شخصیت اپنے تمام تر نگوں کے ہمراہ میری نگاؤں میں روشن ہو جاتی ہے جب میں اپنے کلام پر ان کی تنقیدی رائے سے استفادہ کرتی ہوں۔ میں ان کے خلوص کی بھی تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ ادب کے سچے ناقد جناب ایم خالد فیاض بھی ایسے چند لوگوں میں شامل ہیں کہ افراطی اور خود غرضی کے اس دور میں جن سے اعتبارِ زیست قائم ہے۔ میرے مجموعہ کلام ”ستاراریت پر“ کی ترتیب اور اشاعت کے تمام تر عملی مراحل کی انجام دہی میں انہوں نے ذمہ دارانہ، مستعد اور فعال کردار ادا کیا۔ مستزداد یہ کہ میرے کلام پر اپنی عمدہ تنقیدی رائے بھی دی، ان کا یہ احسان مجھ پر قرض ہے۔ آخر میں میں اپنے والدین کی دُعاوں اور بہن بھائیوں کی محبتوں کی شکریہ ادا کرتی ہوں کہ انہوں نے ایک تخلیق کار کی سیماں صفتی کو حوصلے سے برداشت کیا اور ہر قدم مجھے دُکھوں کی دھوپ سے بچاتے رہے۔

سید ہ عطیہ

۱۵ جولائی ۲۰۱۲ء

۱۳

مِر ادل سرائے حسرت

کبھی گردشِ فلک نے جو گلی گلی پھرایا
 تو قدم قدم تھا ہدم مرے مہرباں کا سایا
 کبھی خواہشوں کے درپن نے نگر نگر گھمایا
 کوئی نقش بن کے یکدم رُخ آرزو پ آیا

* کبھی روز و شب ہو قربت یہ خیال دل کو آیا
 تو وصال و هجر باہم کئی موسموں سے پایا
 * کہاں دل کو یہ خبر تھی کہ عطا بھی ہے جفا تک
 نہ غمِ فراق حاصل نہ ہی لطفِ وصل پایا

یہی عقدہ جفا ہے کہ جو مثلِ جاں فزا ہے
 یہی رنگِ مہر باری میرا دردِ لا دوا ہے
 دلِ بے خبر سمجھ لے یہی خلعتِ عطا ہے
 یہی دردِ ہجرو فرقت یہی وصلِ دربا ہے

مرا دل سرائے حسرت! ترے لطف کی عطا ہے
 مرا دل بنائے حیرت! تیری ہر ادا عطا ہے

اے محیط بے کراں

خانہ ء دل میں نہاں اک پیکرِ اسرار تم
آئینہ تم، عکس تم اور چشمِ حیرت زار تم

اے محیط بے کراں تیری گواہی اور میں
میری ہی کم مائیگی ء چشم کا انکار تم

اب مجھے منظور ہے ایفائے حسن دید بھی
لطفِ صح وصل تم بجزِ شب آزار تم

سلام لکھتے ہیں

جو دل پہ دل سے محمد کا نام لکھتے ہیں
وہ بزمِ حشر کو اک شنِ شام لکھتے ہیں

یہاں تو بھر نبیؐ میں ہر ایک چشم ہے نم
ہم اپنے دل کی لگی آج عام لکھتے ہیں

سجا کے بزمِ صفِ انبیاء و مرسل حق
وہ اُس پہ شاہِ اممؐ کو امام لکھتے ہیں

* خبر تو رکھتے ہیں بس عشق کی اویس و رضا
کہ ہم تو چوم کے بس ان کا نام لکھتے ہیں

جو لوگ رحمتِ عالم کا ذکر سنتے ہیں
وہ اپنا قصہ غم نا تمام لکھتے ہیں

مری دعا ہے

مری دعا ہے مرے دلیں کی فضاوں میں
ہراس و یاس میں ڈوبی ہوئی فضاوں میں

وطن کی سہمی ہوئی بے امان را ہوں میں
کوئی تو درد سے سیما بدار دل لے کر
نشاطِ مندِ شاہی کی نازشیں چھوڑے
جو حرفِ حق کا علم لے کے پھر سرِ مقتل
قبائے صدق و یقین اوڑھ کر چلا آئے
ہماری بزمِ تخیل بھی جس پہ ناز کرے
فسادِ ظلمتِ شب میں وہ روشنی پھیلے

مری دعا ہے مرے دلیں کی فضاؤں میں
 لرztے لب کی سبھی بے یقین دعاؤں کو
 فسون شام سے پہلے سراغ راہ ملے
 جو تیرگی میں بھی روشن ہو، وہ نگاہ ملے

طلسماتِ محبت کی کہانی مانگتی ہے
 غزل خوشبو کے لمحے کی روانی مانگتی ہے

Person by Javari - all Gazals share

★ اک نئی صورتِ حالات نہیں چاہتے اب
مل تو سکتے ہیں ملاقات نہیں چاہتے اب

یہ تو موسم کے تغیر کی علامت ہے فقط
ورنہ ہم موسم برسات نہیں چاہتے اب ★

اپنے سینے کی دھڑکتی ہوئی خاموشی میں
اک تلاطم گہہ جذبات نہیں چاہتے اب

سِر پہ پتے ہوئے سورج کی رفاقت منظور
دن کے پہلو میں مگر رات نہیں چاہتے اب

اک ترے حسنِ تعلق کی رعونت کی قسم
کل جو چاہی تھی وہی بات نہیں چاہتے اب

میں بے یقینی و عہدِ وفا میں زندہ ہوں
ہوں بتلائے اذیتِ جفا میں زندہ ہوں

شکستِ دل کی صدا بھی سنائی دیتی ہے
مگر میں ایک حصارِ انا میں زندہ ہوں

مجھے عذاب دیا جا رہا ہے اندر سے
خلوصِ عشق کی ہر ابتلا میں زندہ ہوں

رقابتؤں کی اذیت مرا مقدر ہے
میں اپنے عہد کے کرب و بلا میں زندہ ہوں

✓ فروغ حسن کو اندیشہ خزان میں ہے
چراغِ عشق ہوں لیکن ہوا میں زندہ ہوں

کوئی امید کا روشن ستارہ بھی نہیں تھا
تری جانب سے ہلکا سا اشارہ بھی نہیں تھا

نہیں تھی گرچہ تجدیدِ وفا کی کوئی صورت
مگر ترکِ تعلق یوں گوارا بھی نہیں تھا

اگرچہ شوق کو بھی وسعتِ افلک کم تھی
پرندوں کا ہواں پر اجارہ بھی نہیں تھا

بہت مسحور کن سی چاندنی تھی چار جانب
اُجالا دل میں تھا اور دل ہمارا بھی نہیں تھا

مرے اجداد کے ورثے میں روشن خواب تو تھے
مری آنکھوں کو خوابوں کا سہارا بھی نہیں تھا

تلخ ہو، سادہ و رنگیں ہو مگر بات تو ہو
دل جلانے کو سہی، پھر بھی ملاقات تو ہو

بن بلائے نہ سہی، جب بھی بلا میں، آؤ
تم سے خاطر نہ سہی، ہم سے مدارات تو ہو

چاندنی چار ہی دن محو تکلم ہو، مگر
میرے گھر میں میرے آنگن میں یہ سوغات تو ہو

تشنگی کیوں کسی صراحت کا مقدر ٹھہرے
جب گھٹا چھائے، یہ لازم ہے کہ برسات تو ہو

ظلمتِ شب بھی اگر سینہ پر ہے تو رہے
ایک سورج کے مقابل میں کوئی رات تو ہو

یوں ملاقات ہو رہی ہے ابھی
جیسے ہر بات ہو رہی ہے ابھی

یار کل کا کہاں گلہ ہے ہمیں
آج کی بات ہو رہی ہے ابھی

ایک مدت سے آشنا صورت
اور ملاقات ہو رہی ہے ابھی

ہم کو جنگل کی راہ چھوڑ دیا
رات بھی ساتھ ہو رہی ہے ابھی

مضھل چاند ہے فردا رات
اور برسات ہو رہی ہے ابھی

کسی سے طے نہ ہوا مرحلہ محبت کا
دولوں کے نیچ رہا سلسلہ محبت کا

گزرتے وقت کے بے اعتبار چہرے پر
عیاں ہے روز نیا حادثہ محبت کا

پھر اپنے جذبہ دل کا گلہ کیا سو کیا
ہمیں ملا ہی نہیں جب ِ صلہ محبت کا

اگرچہ تیشہ فرہاد ہو کہ موج چناب
مری نگاہ میں ہے حوصلہ محبت کا

فصیلِ حد زمان و مکان سے آگے ہے
کسی بھی طور کوئی معجزہ محبت کا

زندگی دشتِ خواب کی مانند
اک مجسم سراب کی مانند

اب بھی روشن ہے شب کی آنکھوں میں
زخمِ دل ماہتاب کی مانند

جذبِ تخلیق ہر مصور کی
وجہ، راحت، عذاب کی مانند

پھلیتے جا رہے ہیں شام کی سائے
وادیوں پر سحاب کی مانند

لفظ در لفظ وہ رہا مبہم
زندگی کی کتاب کی مانند

حرف نا اعتبار جیسی تھی
 تیری چاہت بہار جیسی تھی
 تیری یادوں کی خوشبوں میں فضا
 ایک صح بہار جیسی تھی
 تشنگی آج بھی تو دلیسی ہے
 دور دریا کے پار جیسی تھی

✓ یہ خبر ہی نہ تھی کہ تیری شکست
مجھ کو اپنی ہی ہار جیسی تھی

رات آنکھوں میں کاٹ دی ہم نے
یہ شبِ انتظار جیسی تھی

سانحہ یہ تو کئی بار بھی ہو سکتا ہے
اک محبت سے توانگار بھی ہو سکتا ہے

کیوں نہ اُس کو صفتِ اعداء میں تصور کر لون
دوست کیا برسر پیکار بھی ہو سکتا ہے

ہے صبا نیتِ احساس سے نا^۱ واقف سی
دستِ گل چیز میں کوئی خار بھی ہو سکتا ہے

خامشی طرز ہے اک مصلحت اندیشی کی
ورنہ لب مائل گفتار بھی ہو سکتا ہے

جو سزاوارِ محبت ہے اُسے میری طرح
شوقِ دل تیشه، آزار بھی ہو سکتا ہے

ضبطِ کمال

دفا کو معراج چاہیے تھی
سو تیری اُفت کے طور پر بھی

نہ ہم نے حرف سوال لکھا
نہ کوئی شوق وصال لکھا
نہ دل کا حزن و ملال لکھا

دفا کو معراج چاہیے تھی
سو تیری اُفت کے طور پر بھی
عجیب ضبط کمال لکھا

سر احساس تعزیر وفا لکھی گئی تھی
کوئی سوز خلش لا انتہا لکھی گئی تھی

حصار بے در و دیوار میں محبوس تھے سب
سرشت ابن آدم میں انا لکھی گئی تھی

فقط خواب سحر کی دید کو روشن تھی آنکھیں
چراغ شب کی قسمت میں فنا لکھی گئی تھی

لہو روئی ہوئی آنکھوں کی وحشت جانتی تھی
دعائے نیم شب کیوں نا رسالکھی گئی تھی

نظر بھی ایک صدیوں کی مسافت پر کھڑی تھی
کہاں تک وسعتِ ارض و سماں لکھی گئی تھی

زندگی
مہکار لے کے کنج قفس آگئی ہے زیست
مزدہ سنا گئی کہ ستم ڈھاگئی ہے زیست

* پچھے بے نیاز پشم عنایت بھی تھی مگر
پچھے میری خواہشوں سے بھی اُکتاگئی ہے زیست

ہو کیوں نہ تنگ حلقة احساسِ دوستاں
گردش میں روز و شب کی بہت آگئی ہے زیست

لالہ بکف ہے رنگ بھاراں روشن روشن
خون سے مرے دروں چمن آگئی ہے زیست

~~دل کو تو تیرے ہجر سے دوری بھی موت ہے~~
مانا کہ شوق وصل میں الجھائی ہے زیست

ہم سے گریزاں پھرتے ہو جاناں جو گوبہ گو
ہم سا ملے گا کوئی کہاں تم کو ہو بہو

دیکھا تو دیکھتے ہی رہو گے نگاہِ شوق
خالی کیے تھے رات ترے نام پر سبو^{ستھنا}

* بدلا کہاں ہے اب بھی وفا کا نصاب دوست
کچھ وہ بھی حیله بُو ہے تو کچھ ہم بھی نرم خُو

دل کی خلش تھی اور سرِ آئینہ عدو
نہ تو تھا رُوب رو نہ مرا عکس سُو بہ سُو

اک ڈور سے بندھے تھے وفا کے شمار میں
اک آئینے کے روپ تھے ٹھہرے جو رُوب رو

سرگوں شہر کی گلیوں سے گزارا جاتا
اس سے بہتر تھا کسی جنگ میں مارا جاتا

رضم چین طلا بہار

نشتر درد جو سینے میں اُتارا جاتا
اک تلاطم کو سمندر میں اُبھارا جاتا

وہ ہواؤں کی طرح مجھ سے مراسم رکھتا
صحنِ خوبی سے اُسے روز گزارا جاتا

پھر سے دیوار و در و بام چراغاں کر کے
گھر کی تاریک فضاؤں کو نکھارا جاتا

~~مجھ کو توہینِ محبت یہ گوارا ہی نہ تھی~~
کیسے ممکن تھا اُسے دل سے اُتارا جاتا

چاند افردگی شام کا آنچل لے کر
دل کے خاموش دریچے سے گزارا جاتا

درد تکمیلِ محبت کی بنا لگتا ہے
پھول مہکار پہن لے تو بھلا لگتا ہے

^{دشمن} شہر بھر جس کی عداوت پہ ٹلا بیٹھا تھا
آسمان اُس کی محبت میں جھکا لگتا ہے

اک تری یاد فروزان ہے تو ہر ظلمتِ شب
چاند چلتا ہوا ہمراہ سدا لگتا ہے

لوحِ دل پہ وہی تحریرِ الْمِ نَقْش رہی
جس کا میٹ جانا مرے دل کو بُرا گلتا ہے

اس کا اندازہ مجھے ہجر کی تلخی سے ہوا
بُنیاں ^{تِشْنی} اونچ پہ آجائے تو کیا گلتا ہے؟

شوق کو دشت نور دی کی ضرورت ہے ابھی
گرد آلود جو ملبوسِ وفا گلتا ہے

اندازِ راہ و رسم کا کچھ ڈھنگ اور ہے
اب کے ترے خلوص کا یہ رنگ اور ہے

ہم کو تو التفاتِ نگہ چاہیے فقط
دستِ عطا میں اُس کے مگر سنگ اور ہے

اب صحِّ دل نواز ہے نے شام پُر ملال
یہ ساعت بہاریء نیرنگ اور ہے

آئے ہو تو ملو بھی سر بزم دوستاں
پہلوئے دل میں شوق کا آہنگ اور ہے

اتنی سی وحشتیں پہ ہی رونے لگا ہے دل
اہل جنوں پہ زیست ابھی تنگ اور ہے

اک نظر ہو تو۔۔۔

وضاحت در وضاحت داستان چلتی چلی جائے
سخن بھی داستان کی اک زبان بنتی چلی جائے

مری بکھری ہوئی ہستی کا سامان اک نظر ہو تو
نظر کی مہربانی میں محبت کا اثر ہو تو
محبت کی اثر ریزی جنوں سے باخبر ہو تو
جنوں کی بے کرانی عشق بن کر تا جگر ہو تو

مرے سجدوں میں اک لذت نہاں ہوتی چلی جائے
محبت اک حقیقت ہے عیاں ہوتی چلی جائے

وضاحت در وضاحت داستان چلتی چلی جائے
سخن بھی داستان کی اک زبان بنتی چلی جائے

چراغ جلتا رہے گا سحر نہیں ہو گی
 میں جانتی ہوں محبت امر نہیں ہو گی

یہ رنگ آبلہ پائی گواہی دیتا ہے
 عذاب ہو گی مسافت سفر نہیں ہو گی

اسیرِ حلقة ، تقدیر ہوں ، مگر چج ہے
 دُعائے نیم شنی بے اثر نہیں ہو گی

و فا سر شتِ و فا سے ہے تم سے کیا نسبت
جو ریگِ دشت چمکتی ہے زرنہیں ہو گی

کر شتمہ سازی حسن خلوص گر نہ رہے
شریکِ حال متاع ہنر نہیں ہو گی

دلِ حزیں کے یہاں آس پاس تم ہی تھے
ہمارے حسنِ تصور میں خاص تم ہی تھے

سو جاگتی تھی شبستانِ آرزو میں حیات
دلیلِ صح کا روشن قیاس تم ہی تھے

تمہیں بھی وقتِ خسارے میں لے کے ڈوب گیا
کتابِ عشق کا حرف سپاس تم ہی تھے

ترے سب سے سرشتِ وفا کی منکر ہوں
 جو جل بجھی تھی مرے دل میں آس تم ہی تھے

پھر اس کے بعد سمٹ جانا کیسے ممکن تھا
 شکستِ ذات کی پہلی اساس تم ہی تھے

نام لکھا جب لب ساحل تمہارا ریت پر
 چاند نے موجودوں کو شدت سے پکارا ریت پر

دیکھتی ہوں اپنے دل میں وہ سمندر موجز ن
 جس کی موجودوں سے الجھتا ہے کنارا ریت پر

گل کھلے صحراء میں کیے؟ کوئی پوچھے تو سب
 خیمه کش تھا کون؟ جس نے غم اُتارا ریت پر

تشہ کامی بڑھ گئی ہر اک مسافر کی یہاں
تم نے نقشِ عالم ہستی اُتارا ریت پر

پھر اُسے مہرو مہ و انجمن سے نسبت ہی نہیں
آگرا اوچ فلک سے جب ستارا ریت پر

بہت دن بعد دشتِ خواب میں دیکھا تھا اُس کو
سرابِ آرزو کے باب میں دیکھا تھا اُس کو

یقیناً غیر ممکن تھا کوئی احوال کہنا
نشاطِ محفلِ احباب میں دیکھا تھا اُس کو

اب اس کی خوبی، قسمت کا منکر کون ہو گا
کبھی حالات کے گرداب میں دیکھا تھا اُس کو

بصارت بھی مری کم مائیگی پر خندزن تھی
کہ میں نے گوہر نایاب میں دیکھا تھا اُس کو

محبت عکس بندی کر رہی تھی پانیوں پر
ابھی تو چشمہء مہتاب میں دیکھا تھا اُس کو

ہمی گرویدہ ، رنگ بہاراں چمن ٹھہرے
و گرنہ حادثاتِ دہر لاکھوں دل شکن ٹھہرے

مقامِ شوق ایسے بھی تو شہرِ یار میں آئے
جہاں شوق نظر بھٹکے جہاں تاب سخن ٹھہرے

شبِ وحشت کسی کی یاد کا اک باب کیا پلٹا
سرِ عمرِ رداں پھر خواہشوں کے باکپن ٹھہرے

اُنہوں نے آج تک وجہ عداوت تک نہیں پوچھی
وگرنہ ہم کہاں ، کب مائلِ الفت شکن ٹھہرے

وفورِ شوقِ منزل بھی عذابِ راہ ہو جائے
مرے لبھ میں جس لمحے مسافت کی تھکن ٹھہرے

Person superius. about 1st shelf.

بات کے الجھاؤ میں ہر لفظ سادہ ہو گیا
جونہ کہنا تھا، کہا، سب بے ارادہ ہو گیا

بڑھتے بڑھتے یاد کا جوبن مہ کامل ہوا
گھٹتے گھٹتے نصف شب پھر چاند آدھا ہو گیا

جیسے تیسے کٹ گئی ہر ساعت عمرِ رواں
اک سفر تھا، کیا ہوا، جو پا پیادہ ہو گیا

کچھ مہکتے خواب سلگے اور پھر عمرِ عزیز
چند سانسوں سے فقط جینے کا وعدہ ہو گیا

رُت بدلتے زیست کا ہر روپ اک بہروپ تھا
جس کے تن پہ سج گیا اس کا لبادہ ہو گیا

اک شام

~~Sabu~~ اک شام

اور یادوں کی دہنیز پر سر رکھے

بس مری ذات ہے

نقش در نقش اک رُخ اُبھرتا رہا

میں بھی سنتی رہی وہ بھی کہتا رہا

بارہا گوشِ دل سُن چکا تھا کبھی

یہ ترے پیار کی کیسی سونگات ہے

اور مری ذات ہے

اس سے اک شام کی اک ملاقات ہے

سوچئے جس پہ تو آنکھوں میں لہو آتا ہے
 اب اُسی راہ پر چلتا ہوا تو آتا ہے

وہ مسافر ہے رہ شوقِ طلب پر قائم
 کاٹ کر سنگِ گراں جو لبِ جو آتا ہے

اس کا ہر لفظ صداقت کا ایں ہوتا ہے
 جس کے دل تک تیری جانب سے سبو آتا ہے

میری آنکھوں میں مراعکس بھی دھندا تا ہے
اتنا نزدیک مرے آئینہ رو آتا ہے

خود بخود ہاتھ سے تلوار گری جاتی ہے
دوست آتا ہے مقابل کہ عدو آتا ہے

سنا ہے شوخ بہت ہے ترے لباس کا رنگ
مگر عجیب سا ہے آج دل کی پیاس کا رنگ

بس ایک شوقِ نہاں تیری سمت لاتا ہے
دلِ تباہ میں پنهان ہے ہر سپاس کا رنگ

own condition about Shyra
کسی کے روپ کے بہروپ لاکھ دیکھے ہیں
تو دام وہم میں الْجھائے کیوں قیاس کا رنگ

خیال

دِیمِ عَوْجَهَل

تمہارے لطف کا یہ مجزہ ہی کیا کم ہے!
رہا نہ یاس کی مala میں کوئی آس کا رنگ
نا اصیمی

بدل رہا ہے وہ ہر لمحہ اپنا روئے سخن
عجب نہیں ہے حواسوں پہ پھر ہراس کا رنگ

بے یقین لجے پر اعتبار کیا کرنا
بھولی بسری آہٹ کا انتظار کیا کرنا

اختلافِ رائے کی صورتیں بہت سی تھیں
ہم قدم رفاقت کو نا گوار کیا کرنا

چاندنی کی چاہت میں بے سبب اُداسی پر
سوگوار کیا ہونا، دل فگار کیا کرنا

زندگی مسافت ہے اور آخرِ شب پھر
لغزشیں محبت کی سب شمار کیا کرنا

تم مری نگاہوں کے زاویے میں ہو لیکن
دل کی ساری انجھن کو آشکار کیا کرنا

سورج بھی جذب شوق کا اظہار کر سکے
رخسارِ شب کو صورتِ گلnar کر سکے

کل تک سلگتی دھوپ میں جلتی ہوئی زمیں
شاید سروں پہ سایہء اشجار کر سکے

یہ بھی تو استقامتِ اہلِ وفا ہی ہے
جو مصلحتِ وقت کا انکار کر سکے

اس عہد میں فریب سماعت ہر ایک چ
کیا مجزہ جو شعلہ گفتار کر سکے

ل ۷۰۰۰/-
هر چند اُس کو عہد محبت روا نہیں
دیوار جو انا کی نہ مسماں کر سکے
مخالفت غائب
پرنسپل نال بحث قابلیت ایسا نہیں کہ تباہی - اس کا دلیل غیر ختم ہے
بحث تباہی کا شروطی درج تباہی -

ہے منقش تری یادوں سے تو دیوارِ دل
دل دہتا ہے لرزتی ہے جو دیوارِ دل

اک علم اس پہ بھی لہراتا ہے فتح یابی کا
تیری دستار سے اونچی ہے سو دیوارِ دل

آن بیٹھے ہیں سر شام پندے اس پر
ان کو صحراء میں نظر آئی جو دیوارِ دل

دل کی ویرانی کو نا شاد کیے دیتے ہیں
تحام لیتے ہیں جو گرتی ہے سو دیوارِ دل

اس کی تعمیر میں جذبوں کا لہو شامل ہے
لاکھ بوسیدہ سہی ہے بھی تو دیوارِ دل

شکستہ پر تھے تو اونچی اڑان کیا کرتے
 تھا حدِ شوق کھلا آسمان کیا کرتے

جب اس کی چھاؤں تلے آگ جلتی رہنی تھی
 تو تیری یاد کا پھر سائبان کیا کرتے

وہ اپنی یاد میں پہاں تھا اپنے دل میں تھا
 سو شہر شہر بدل کر مکان کیا کرتے

کسی بھی آن مجھے برگ بکھرا دے
ہوا کے لمسِ محبت پہ مان کیا کرتے

ہوا کے ہاتھ میں دے کر تعینِ منزل
مسافرت میں گھلا بادبان کیا کرتے

مرا دشمن مرا قاتل

مری رگوں میں لہو کی صورت

وہ میرا دشمن وہ میرا قاتل

جو سر زمینِ نظر پر قابض

جو میری سانسوں کی زندگی سے

جڑا ہوا ہے

نشانہ باندھے

وہ میرے دل کے محاذ پر ہے

وہ میرا دشمن جو گھات میں ہے

جو میری جانب سے جنگ بندی
کا منتظر ہے

شکست سے وہ مری خود بھی ہار جائے گا

آؤ ہم دونوں محبت کی کہانی لکھیں
لوحِ دل پہ کوئی تحریر پرانی لکھیں

ذکھ کے رشتے کو نئے حسن معانی بخششیں
غم کو خوشبو میں بسی رات کی رانی لکھیں

شبِ تہائی کے خاموش جزیرے پہ کبھی
ایک بتھے ہوئے دریا کی روانی لکھیں

✓ اپنی ہر سانس بھی مقروضِ وفا ہو جیے
ایسے جیون کو تری ہجر نشانی لکھیں

یادِ ماضی مری ہجرت کا اثاثہ نہ رہے
یوں ترے شہر سے اب نقلِ مکانی لکھیں

ضیائے صح سے پہلے جو شام گزری ہے
وہ ماہتابِ محبت کے نام گزری ہے

دلوں کے سوزِ تمنا سے ہی عبارت ہے
وہ داستانِ محبت جو عام گزری ہے

وہ ایسے اپنی وفاتیں بیان کرتے ہیں
کہ شامِ هجر اُنہی پر تمام گزری ہے

تمام عمر ترے کوچہ جفا میں وفا
تھی تشنہ کام مگر خوش خرام گزری ہے

یہ بزمِ دل ہے کسی درد کا سماں باندھو
حیاتِ محروم غمِ ناتمام گزری ہے

C.

سجدہ اُسے روا ہی نہ تھا وہ خدا نہ تھا
✓
 پھر تھا پر وہ دل سے اُترتا ذرا نہ تھا

لہجہ اگرچہ موج صبا سا سبک نہ تھا
✓
 وہ تند خو ضرور تھا، دل کا بُرا نہ تھا

تصویرِ کائنات میں سو رنگِ لذشین
 اے حسنِ انتخاب ترا دوسرا نہ تھا

صحرا کی پیاس بھی تھی مسافت میں ہم رکاب
میں دشِت آرزو میں بھی تنہا ذرا نہ تھا

جب بال و پر تھے وسعتِ افلاک کم نہ تھی
اب اے پرندِ شوق ترا حوصلہ نہ تھا

~~✓~~ در بند تھا اگرچہ پہ ایسا نہیں کہ اب
دستک کے ساتھ دل کا کوئی رابطہ نہ تھا

تمہاری جانب نگاہ کر لوں
اور اپنے دل کو گواہ کر لوں

وہ جب رفیق سفر ہے میرا
میں کیوں نہ اُس سے نباہ کر لوں

ٹکت صورت بدل سکے گی
جو عزمِ نو کو سپاہ کر لوں

تری رفاقت کی چاہتوں میں
میں خواب راتیں تباہ کر لوں

کسی منافق کی خوش بی سے
خلوص نیت کی چاہ کر لوں

✓ ہم آج پا فگار کسی خار زار میں
دل لٹ گیا مگر ہیں لباسِ وقار میں

وہ سر بسر جمال چمن کے ہزار میں
اک ہم کہ محو شوخی حسن بہار میں

ہو وضعِ دل بھی لاکھ تقاضے پسند گر
بے اختیاریاں تو نہیں اختیار میں

کچھ تو ستم ظریفی ، حالات تھی عجیب
کچھ دل بھی لگ گیا تھا غم روزگار میں

ساری تباہیوں کا گله تم سے کیا کریں
دل اپنا بھی تو کب تھا کبھی اختیار میں

پھر تشنگی دل بھی تماشہ لگی ہمیں
جب بے قراریوں سے ملے ہم قرار میں

~~✓ ۱۰۰۰ فارٹ~~

زوالِ صبح پہ شامِ ملال کیا ہوگا
 تجھے خبر ہے مرے دل کا حال کیا ہوگا

تمام عمر جو غربت کے میکدے میں رہا
 وہ اب بھی تلخیء میں سے نڈھال کیا ہوگا

اگرچہ سنگ سے پیدا کرے شرارِ زیست
 نہیں تو دستِ ہنر کا کمال کیا ہوگا

جشنِ طرب

ہزار عیدِ مرت ، ہزار جشنِ طرب
ترے نصیب میں اُترے ، ترے خیال میں ہو

نصیبِ زیست کے سب رنگ پُر جمال ملیں
ہر ایک ساعتِ غم ، خود کسی ملاں میں ہو

تمہارا حسن نظر جب خلوص ڈھونڈے تو *Fawzia*
ہمارا شوقِ محبت ترے خیال میں ہو

غبارِ بے یقینی سے نکنا چاہتا ہے دل
الجھتا کب تملک آخر، سلجنہا چاہتا ہے دل

فصیلِ خواب کی ہر آہنی دیوار ڈھا کر بھی
حصارِ ذات سے باہر نکنا چاہتا ہے دل

ثباتِ غم کی یہ صورت یقیناً موت جیسی ہے
نہ ہنسا چاہتا ہے دل نہ رو نہ چاہتا ہے دل
~~کیفیتِ ایجادِ امیت~~
~~حر طبع ایجادِ امیت~~

حالم دیوگی جذبہ کے فناشت نہلیں 104 Fareeh

اگرچہ گوہر مقصود ہاتھ آئے، نہ آئے پر
تلاطم خیز موجود میں اترنا چاہتا ہے دل
(ایضاً صراحت محبت)

کسی اندھی محبت کے سبھی اسرار کھلنے تک
کسی بھی طور ممکن ہو سنجانا چاہتا ہے دل

شب کی آنکھوں سے تا سحر دیکھے
 خواب دیکھے اور عمر بھر دیکھے
 کس کے ہاتھوں شجر پ پھول کھلے
 کون اب پیڑ کا شمر دیکھے
 اس کڑی دھوپ کی مسافت میں
 ہم نے جلتے ہوئے شجر دیکھے

اک نظر دیکھ کر پٹ جائے
وہ جسے دور تک نظر دیکھے

اک ضرورت تھی جس کے قدموں نے
پھر کے پھر تیرے بام و در دیکھے

سارے پنجھی اڑان بھول گئے
تیکھے تیور ہوا کے گر دیکھے

منزل سے نا واقف رستے شب اور تنہا چاند
بنجاروں کی صورت نگری نگری پھرتا چاند

عشق سمندر کے سینے میں ایک دھڑکتا دل
حسن فسوں گر آنکھوں میں ہر آن چمکتا چاند

اپنی ہی انجام کہانی کا پہلا آغاز
چڑھتا دریا، چڑھتا سورج اور اک چڑھتا چاند

سورج کی آنکھوں سے لے کر روشنیوں کے خواب
شب کی اندھی وادی میں تھا ہنستا بتا چاند

تند ہوا جب ماضی کے اوراق اُلٹی ہے
سچائی کا چہرہ جیسے ایک دمکتا چاند

ہوا برفاب تھی، سردی کی شدت ہو گئی تھی
ترے لبھ سے یکدم مجھ کو نفرت ہو گئی تھی

خزاں کی سرد مہری بے یقینی باشٹی تھی
مری آنکھوں کو موسم سے شکایت ہو گئی تھی

مرے احساس کے کوہ گراں پہ برف پکھلی
اچانک دھوپ میں کتنی تمازت ہو گئی تھی

بظاہر کچھ نہ تھا لیکن تھا اندر قہر براپا
 مرے دل سے عجب دلچسپ غفلت ہو گئی تھی

پہاڑوں کے عقب میں دشمنوں کی فوج ہو تو!
 یہ فرضی بات بھی پیغم صداقت ہو گئی تھی

ہم اب ل دل ہیں سارے رکھ رکھا جانتے ہیں
۱۷
 بہاروں کا گلوں سے سب لگاؤ جانتے ہیں

کہاں تک ضبطِ غم کی کوئی صورت ہو سکے گی
۱۸
 تلاطمِ خیز موجودوں کا بہاؤ جانتے ہیں

اجل بھی تو سبک رُوزیت کی اک خواب گہے ہے
 تھے لشکر جسے پہلا پڑاو جانتے ہیں

ہوا جس کے شر کو آتشِ نمرود کر دے
بجھی یادوں کی چنگاری الاؤ جانتے ہیں

یقیناً بوجھ تھی حرفِ شکایت کی وضاحت
ہمی سے کس لئے نظریں چراو جانتے ہیں

فقط تاریک سنائے کی وحشت جاگ اُٹھے
گھنے جنگل میں جب مشعل جلاو، جانتے ہیں

حیات جلوہ ہرجائی اور کچھ بھی نہیں
نگاہِ محو تماشائی اور کچھ بھی نہیں

حیات ایسے بھی گزری تو کیا بُری گزری
کہ اپنی ذات کی تنهائی اور کچھ بھی نہیں

کچھ ایسی بات بُری بھی نہ تھی کہ دل کو لگے
تھا ایک جذبِ رقیبائی اور کچھ بھی نہیں

ستم طراز سہی وعدہ ، کرم ان کا
نہ ہو جو شوقِ شناسائی اور کچھ بھی نہیں

ہمارا شوقِ محبت ہی کم نصیب نہیں
ہے وہ بھی جلوہ ، ہر جائی اور کچھ بھی نہیں

ہر ایک حرفِ ملامت کا بار اٹھ سا گیا
 تری نگاہ سے جب اعتبار اٹھ سا گیا

یہ وحشتیں تو دلِ نا صبور کی قسم
 عبث فریبِ غمِ انتظار اٹھ سا گیا

یہی نہیں کہ ترا شہرِ اجنبی ٹھہرا
 مرا تو میرے ہی گھر میں شمار اٹھ سا گیا

نہیں تو کیا ہوتے حسنِ دل نواز کا رنگ
جو شوقِ دید پس انتظارِ اٹھ سا گیا

ہمی سے پہلو تھی اے نگارِ بزمِ جہاں
چلو حسابِ دلِ داغدار اٹھ سا گیا

یاد رکھنا اُسے چاہوں، نہ بھلانا چاہوں
نقش جو بن نہیں پایا، وہ مٹانا چاہوں

تیز سورج کی شعاعوں کا فقط سامنا ہو
نیند سے خود کو میں جس لمح جگانا چاہوں

جانے کس رنگ میں گزرے گی یہاں ماتمی شب
جب چراغوں کو سرِ شام بجھانا چاہوں

دل کے آنگن سے جو مٹی کی مہک اُٹھتی ہے

ابر برسے تو کوئی راز چھپانا چاہوں

دشتِ خواہش میں مسافت کی کوئی حد ہی نہیں

دل کی مانوں کہ مقدار سے نبھانا چاہوں

گریہ سامان پس دیوار تے شہر میں ہیں
میرے جیسے کوئی دوچار تے شہر میں ہیں

وہ بھی سرکش ہے کہیں بادِ مخالف کی طرح
ہم بھی آزردہ و غم خوار تے شہر میں ہیں

میرے خوابوں کی جو تعبیر بتا سکتے ہوں
آج وہ واقعِ اسرار تے شہر میں ہیں

اُن دے اُن کو کہ کشکولِ گدائی توڑ میں
گر کوئی صاحب پندار ترے شہر میں ہیں

اُفتادگان خاک کے نام

جب ز میں اپنی محوری گردش
 یک بہ یک کج روی پہ لائی تھی
 زیست کے بیکر اس سمندر میں
 گردشِ وقت سے انجھتی ہوئی
 ایک اُفتادِ حرث اُٹھی تھی
 اک قیامت کا شور برپا تھا

اُس گھڑی موت کی دراڑوں پر
 خاک اُفتادہ پا پیادہ سی
 موت اور زندگی کے نیچ کہیں
 سانس کی ڈور استوار نہ تھی

ایسے دریائے خاک و خون میں رواں
 غم کے ان دخراش لمحوں میں
 ایک بہوت گن سا منظر تھا
 موت کی یوں شکست کا منظر

اک جواں لاش کے سر ہانے پر
 غم زدہ، ناتواں سے بوڑھے کی
 جبیشِ لب سنائی دیتی تھی
 کلمہء لا الہ کہتی تھی

اے ز میں تو گواہ رہنا یہی
 وجہ تو قیراں آدم ہے
 یہ بھی اک شرفِ آدمیت ہے

سحرِ دم آسمان پر جب ستارے ڈوب جاتے ہیں
تمہاری یاد کے سب استعارے ڈوب جاتے ہیں

یہ منظر بارہا میں نے کھلی آنکھوں سے دیکھا ہے
سمندرِ موج میں آئے کنارے ڈوب جاتے ہیں

یہ شب سورج سے دستارِ فضیلت چھین لیتی ہے
شفق گوں شام کے سارے نظارے ڈوب جاتے ہیں

مرا جذبِ صداقت خود شجاعت اُوڑھ لیتا ہے
جہاں راہِ طلب میں سب سہارے ڈوب جاتے ہیں

محبت ہی دلوں کے درمیان زندہ حقیقت ہے
منظاہر عالمِ ہستی کے سارے ڈوب جاتے ہیں

~~Max Fawcett~~

کون کہتا ہے چمن خار سے وابستہ ہے
پھول سے سایہ اشجار سے وابستہ ہے

اجنبی ہے تری کم فہم سماعت کے لیے
جو صداقت مری گفتار سے وابستہ ہے

فصل بوتا ہے کہاں شور زمینوں میں کوئی
دل مگر کاؤش بیکار سے وابستہ ہے

اپنی سیما ب صفتِ فطرتِ بے کیف کو سوچ
عشقِ یکسوئی اظہار سے دابستہ ہے

اُسکو الْفَتْ تھی فقط نام و نب سے ورنہ
شوقِ دل گوہرِ معیار سے دابستہ ہے

ز میں قدموں تلے تھی اور نسبت آسمان سے تھی
مرے اجداد کو کتنی محبت آسمان سے تھی

مجھے تو آپ سے سارا گلہ ہے اور کیوں نہ ہو
وہ کوئی اور تھے جن کو شکایت آسمان سے تھی

ہزاروں رنگ تھے اک شام کی ڈھلتی اُداسی میں
شفق کی شوخي چشم عنایت آسمان سے تھی

زمیں کو خلعتِ امید پہنا آسمان والے
انہیں اندیشہ صد ہائے مصیبت آسمان سے تھی

نہ کیوں دعویٰ ہو اُس کو ہمسری نقشِ آدم کا
مہ و انجم کی نسبت، جبکہ شوکت آسمان سے تھی

مجزہ دستِ ہنر کار پہ لکھا ہوا ہے
کس کی تخلیق ہے شہر کار پہ لکھا ہوا ہے

کون جانے گا یہاں خانہ بدشوش کا پتا
نام کیوں شہر کی دیوار پہ لکھا ہوا ہے

اس سے شب جاگتی آنکھوں کا بھرم قائم ہے
خواب جو دیدہء بیدار پہ لکھا ہوا ہے

شاخ در شاخ پرندوں کا چہکنا کیا
ایک نوحہ ہے کہ اشجار پر لکھا ہوا ہے

راستہ کوئے ملامت سے بھی جا ملتا ہے
عشق یوں جادہ پر خار پر لکھا ہوا ہے

مقتلِ شام میں اُترے ہوئے سورج کا لہو
صحیح دم ہر گلِ رُخار پر لکھا ہوا ہے

آئینے کے زوبرو جب آئینہ رکھا گیا
پچ اس کے روشنی کا سلسلہ رکھا گیا

اس میں پھر عکسِ محبت منعکس ہونے لگا
دل نہیں سینے میں رکھا آئینہ رکھا گیا

پھر تو دیوارِ عداوت اور بھی اُونچی ہوئی
جب زمین و آسمان میں فاصلہ رکھا گیا

اک پرندے کو پر پرواز کافی تو نہ تھے
تندیءِ موج ہوا کا مرحلہ رکھا گیا

رفتہ رفتہ شہر دل کے سارے در گھلنے لگے
شوخیءِ دستِ صبا سے رابطہ رکھا گیا

ہم کہ اپنی خوبیءِ قسمت پہ نازاں ہی رہے
کس سلیقے سے وفا کا سلسلہ رکھا گیا



ضیائے صح سے پہلے جو شام گزری ہے
وہ ماہتابِ محبت کے نام گزری ہے

دلوں کے سوزِ تمنا سے ہی عبارت ہے
وہ داستانِ محبت جو عام گزری ہے

وہ ایسے اپنی وفا میں بیان کرتے ہیں
کہ شامِ بھر انہی پر تمام گزری ہے

تمام عمر ترے کوچہِ جفا میں وفا
تحیٰ تشنہ کام مگر خوش خرام گزری ہے

یہ بزمِ دل ہے کسی درد کا سماں باندھو
حیاتِ محِ غمِ ناتمام گزری ہے